ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلّہ

ڈاکٹر میمونہ سبحانی

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

ڈاکٹر وسیم عباس

لیکچرار، شعبہ اردو، غازی یونیورسٹی ڈیرہ غازی خان

سید خرم بخاری

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردو، جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

ادبی ناولوں سے ماخوذ اردو فلموں کا تحقیقی جائزہ

Dr. Mamuna Subhani
Assistant Professor, Urdu, Government College University Faisalabad
Dr. Waseem Abbas
Lecturer, Urdu, Ghazi University Dera Ghazi Khan
Khurram Bukhari
PhD scholar, Urdu, Government College University Faisalabad

Research Analysis of Urdu Films Derived from Literary Novels

Literature is a name to live a life. The film is the most effective medium to depict life. No film could be successful without a good story. It gives life to the words. It tends to affect, mould, and even change people's way of life. Noval-based films always attracted people’s attention more than novels. Films like naila, Saiqa, Khak aur khon, Devdas, Gharnata, Umrao jan Ada, and Mothi Bhar Chaawal left an indelible impression on the hearts and minds of the people. Films produce better effects of horror and romance crime and repentance, love, and hatred due to audio-video effects. So, it is the most impressive source to create impact and the modern instruments have amplified its importance.

Key Words: *Film, Novel, Cinema, Society, Impact, Education.*

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

ہر ایک نقطہ نظر سے فلموں کی اہمیت مقدم ہے اس لئے نہیں کہ فلم تفریح کا ایک ذریعہ ہے جو فلموں کا بنیادی مقصد ہے۔ بلکہ اس لئے کہ تعلیم و تربیت کیلئے فلموں سے بڑھ کر طاقتور ذریعہ اظہار اور کوئی نہیں۔ تفریح کے ساتھ ساتھ عوام کے شعور کو بیدار کرنا فلموں کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔ فلموں کے ذریعے حقائق سے پردے ہٹائے گئے فلاح کا جذبہ نمایاں کیا گیا اور عوام کی جمالیاتی حس کو بیدار کیا گیا۔ اس مقصد کے حصول کیلئے فلموں میں جدت پیدا کی جاتی ہے۔

"جادوئی، مار دھاڑ کی فلمیں، مذہبی فلمیں، معاشرتی فلمیں، مزاحیہ فلمیں، نغماتی فلمیں سبھی طرح کی فلمیں بنتی ہیں۔"(۱)

اس کے علاوہ کبھی رومانوی فلموں بنیں تو کبھی موسیقی ریز فلمیں تو کبھی سماجی فلمیں کبھی تاریخی فلمیں بنیں کبھی فینٹاسی فلمیں تو کبھی اسٹیٹ فلموں کے ساتھ کاسٹیوم اور دھارمک فلمیں بنائی گئیں۔ ان تمام اقسام کی فلموں کے باوجود کسی بھی فلم میں بنیادی چیز کہانی ہوتی ہے۔

"کوئی بھی اچھی فلم کہانی کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتی کیونکہ صحیح معنوں میں ایک عمدہ کہانی ہی ایک اچھی فلم کو جنم دیتی ہے"۔(۲)

کہانی دراصل فلم کی روح ہوتی ہے۔ کہانی کو اگر مناسب تکنیک اور دلکش انداز سے فلمایا جائے تو کہانی کو خوبصورت جسم فلم کے ذریعے ہی حاصل ہوتا ہے۔ فلم کی یہ ضرورت صحیح معنوں میں ناول ہی پورا کرتا ہے۔ کیونکہ ناول ہی کہانی کے تمام لوازمات پورے کرتا ہے۔

"ناول وہ نثری کہانی ہے جس میں کسی خاص مقصد کے تحت زندگی اور اس کے متعلقات کی حقیقتوں کی ترجمانی کی جائے"۔(۳)

بے شک ناول کو کہانی نے ہی زندہ رکھا ہے۔ خیالات کی ترسیل، سبق آموزی اور معاشرتی اصلاح کیلئے ناول ایک مستحکم صنف ہے۔ ناول زندگی کا ذاتی اور براہ راست تاثر پیش کرتا ہے۔ اس کے کینوس کی وسعت، پلاٹ کی طوالت اور قربتِ زیست، اسے اصنافِ دگر کے مقابلے میں زندگی کا کچھ زیادہ ہی آئینہ دار بناتی ہے۔ زندگی کی کہانی ناول کے ذریعے فلم کی زبانی زیادہ سرعت کے ساتھ بیان ہوتی ہے۔

"Film is a language used to tell stories"(۴)

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

کہانی ایسی چیز ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتی۔ کہانی اور اس کے کرداروں و واقعات کو باقاعدہ منطق کے ساتھ آگے بڑھایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح فلم میں بھی کہانی بیان کرنے کے کئی امکانات موجود ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ناول اور فلم کو جب بھی شیر و شکر کیا گیا تو نئے نئے چشمے پھوٹے۔

> " In a noval, the authors use of language conveys the progression of the plot and the development of the characters. A composer draws on the resources of melody and rhythm to create a song. Similarly the film medium provides the filmmakers with several ways to convey moment- by - moment formal developments." (۵)

قیام پاکستان کے بعد جب ملک میں فلمیں بننا شروع ہوئیں تو ان پر تھیٹر کا گہرا اثر تھا ابتدا میں لکھنے والے تھیٹر ہی سے آئے تھے اس لئے وہی انداز ویسی کہانیاں، ویسے ہی موضوعات تھے۔ ماحول اور مزاج مکالمے و گفتگو بھی ویسی ہی تھی۔ دراصل کہانی فلمی نہیں ہوتی مزاج فلمی ہوتا ہے۔ سٹیج پر زیادہ کام مکالموں سے ہی لیا جاتا ہے تاثر دینا ہو آواز و لہجہ کا نشیب و فراز ہی آلہ کار تھا لیکن فلم نے سب کچھ بدل کر رکھ دیا۔

"فلم میں بیک وقت عوام نے ناچ دیکھا، گانا دیکھا، دنیا کے مناظر دیکھے، موسیقی سنی، چلتی گاڑی کو دیکھا، سمندر دیکھا۔ ظاہر ہے یہ سب چیزیں تو آپ اسٹیج پر دیکھنے سے رہے۔ اسٹیج پر یہ باتیں صرف مکالموں کے ذریعے ناظرین کو بتائی جاتی تھیں لیکن فلم میں وہ اپنے سامنے سب کچھ بیک وقت دیکھ لیتے ہیں "(۶)۔

وسیع کینوس کا حامل ناول اسی طرح فلم کو بھی وسعت عطا کرتا ہے۔ اس لئے پوری دنیا میں ناول کو فلم کے قالب میں ڈھالا جاتا ہے دیکھا جائے تو یہ ایک روایت ہے اور رجحان بھی ادب جو تخلیقی تجربے کے اظہار اور ابلاغ کا دوسرا نام ہے۔ یہی افسانوی ادب جس میں کردار الفاظ کے مرہون منت ہوتے ہیں جبکہ فلم میں یہی الفاظ اداکاروں کے ذریعے جادو جگاتے ہیں اور اسطرح مصنف کا تصور آنکھوں کے آگے رقص کرتا ہے۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

فلموں میں کہانیاں دو انداز میں پیش کی جاتی ہیں کسی فلمی مصنف سے فلم کی کہانی لکھوائی جاتی ہے یا پھر فلم کاری کے لئے افسانوی ادب سے مستفیض ہوا جاتا ہے ملک کے نامور اور ممتاز ادیبوں کی افسانوی تخلیقات اور ناولوں پر فلمیں بنتی ہیں اور سرقہ و توارد کے ذریعے عالمگیر شہرت یافتہ مصنفین کے ناولوں کو بھی فلمی جامہ پہنایا گیا ہے۔

" جس کسی ادیب یا ادیبہ کے ناول کو فلم میں منتقل کیا گیا ہے۔اس ناول میں بہت سی بنیادی تبدیلیوں کے بعد ہی اسے فلمایا گیا ہے۔"(۷)

ناول کی قلمی صورت کو فلمی صورت دینے میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ ناول کی روح مسخ نہ ہو اور فلم میں پلاٹ اور کردار نگاری پر خصوصی توجہ دی جائے۔

"حقیقت یہ ہے کہ ہماری فلموں میں پلاٹ اور کردار نگاری پر عام طور پر توجہ نہیں دی جاتی جس سے فلم کا تاثر مجروح ہوتا ہے"(۸)

بعض ہدایت کار ناول کو عمدہ ترین ڈھب اور ڈھنگ سے فلما کر تماشائیوں کے ساتھ ساتھ ادبی و فلمی نقادوں کا دل بھی جیت لیتے ہیں کیونکہ وہ فلمی انداز سے زیادہ ادبی رنگ قائم رکھنے میں کامیاب ہو پاتے ہیں اور یہ کام ایک اچھا ڈائریکٹر ہی کر سکتا ہے۔

"کہا جاتا ہے کہ تھیٹر اداکار کا۔فلم ہدایت کار کا اور ٹیلی ویژن پیش کار کا میڈیم ہے۔"(۹)

کیونکہ فلم ڈائریکٹر کا میڈیم ہے اور تمام تخلیقی عملیات اسی کی زیر نگرانی ہوتے ہیں اس لئے ڈائریکٹر کا ادب سے رشتہ ہونا بہت اہم ہے

"A movie director is the chief person responsible for the creative aspects of films production." (۱۰)

ڈائریکٹر اچھا اور قابل ہو تو وہ کہانی جو فلم کی روح ہے اسے خوبصورت جسم عطا کر کے بے مثل پیکر بنا دیتا ہے۔فلم بنانے سے پہلے ڈائریکٹر منظر نامہ (Shooting script scenario) تیار کرتا ہے جو کوئی ڈائریکٹر ناول کو فلماتے وقت ابتداء،ارتقاء اور اختتام سے آگاہ رہا وہ کامیاب ہو گیا۔

"منظر نامہ تحریر کرتے وقت ہدایتکار کی نگاہیں ہر منظر کو ویسے ہی دیکھتی ہیں جیسے وہ ہر منظر کو پردہ (Screen) پر عوام کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہے منظر نامہ تحریر کرتے

وقت پوری فلم ہدایتکار کے سامنے چل رہی ہوتی ہے ہر ایک سین کو مختلف شاٹس میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پھر ہر شاٹ کا زاویہ (Angle) فاصلہ (Distance) اور نوعیت (Nature) مقرر کی جاتی ہے غرضیکہ فلمبندی کے آغاز سے لے کر فلم کی نمائش (Ralease) تک کی تمام ضروریات کو شوٹنگ سکرپٹ میں تحریر کی جاتا ہے"[۱۱]۔

یہی کڑی ناول کو فلمانے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے جب کبھی بھی دنیا میں کہیں بھی ناولوں سے فلمیں بنیں تو ناول سے ماخوذ فلموں نے شہرت اور داد وصول کی۔ نا صرف کہانی کو پذیرائی ملی بلکہ اس کے موجب فلم نگری سے جڑے ہر ہر فرد نے شہرت ودولت سمیٹی۔ کیونکہ پھولوں کا پودا جس زمین میں اگتا ہے اس جگہ کی مٹی بھی مہک جاتی ہے۔ اداکار ہوں، نغمہ نگار ہوں صداکار ہوں یا گلوکار، تدوین کار ہوں یا مکالمہ نویس، فلم ساز ہوں یا فوٹوگرافر، کاسٹیوم ڈیزائنر آرٹ ڈائریکٹر ہوں لائٹ مین یا میک اپ مین سب نے لکشمی کمائی۔ بلاشبہ ناول سے ماخوذ فلموں کو بہت سراہا گیا اور ایسی فلموں کی کامیابی تین چوتھائی رہی پردہ سکرین پر ناظر کی سماعت اور بصارت کو متوجہ کر کے کہانی بیان کرنے کا عمل تحریر کی نسبت زیادہ موثر ثابت ہوا اس لئے سکرین پر جو ادب تخلیق ہوا وہ کسی طور بھی صفحہ قرطاس پر تخلیق ہونے والے ادب سے کم نہ تھا۔ یوں تو جب برصغیر پاک وہند میں پہلی ناطق فلم عالم آرا بنی تو وہ بھی ماخوذ تھی جو نامور ڈرامہ نگار جوزف ڈیوڈ کے اردو ڈرامے عالم آرا پر ہی مبنی تھی۔ پاکستان میں یہ سلسلہ ناول سے شروع ہوا۔

راز پاکستان کی پہلی فلم ہے جو ایک ناول سے ماخوذ ہے۔ راز ۱۹۵۹ء کو ریلیز ہوئی راز ایک انگریزی ناول سے فلمائی گئی تاہم اردو میں پہلی باقاعدہ فلم باجی (۱۹۶۳) ایک کلاسیکل فلم تھی جس کی کہانی ادیب اور فلمی کہانی نویس انور بٹالوی نے لکھی رشید اختر بٹالوی نے رشید اختر ندوی کے مشہور ناول "گریزاں" سے اس کی کہانی سرقہ کی تھی۔ اس ناول پر ہدایت کار ایس سلیمان نے ایسی فلم بنائی کہ اس فلم کو پانچ ایوارڈ ملے بہترین کہانی نویس، بہترین فلم، بہترین گلوکارہ، بہترین تدوین کار اور بہترین صداکار کے ایوارڈ ملے جتنا بہترین یہ ناول ہے اسی قدر فلم عمدہ ہے۔

دیوداس ایک بنگالی ناول ہے۔ جس پر ۱۹۶۵ء میں پاکستان میں فلم بنی۔ اب تک اسے بارہا فلمایا جاچکا ہے۔ اس ناول کو کئی ممالک میں مجموعی طور پر سولہ بار فلمایا جاچکا ہے۔ دوبار پاکستان میں، ناول کی کہانی فلمی تکون کے معیار پر پورا اترتی ہے۔ جس وجہ سے اسے اتنی پذیرائی ملی۔ جب جب اسے فلمایا گیا ناول اور فلم دونوں کی شہرت میں

مزید اضافہ ہوا۔ اس فلم کی کاسٹ میں حبیب اور شمیم آرا تھے۔ اگرچہ باکس آفس پر یہ کچھ زیادہ کامیاب نہ رہی مگر شائقین میں سے اکثر نے اس کو پسند کیا۔ فلم عمدہ تھی مگر موسیقی کمزور تھی۔ اس ناول پر بننے والی تمام فلموں میں سب سے زیادہ کامیاب اور بزنس کرنے والی فلم شاہ رخ کی رہی۔ جسے ہدایت کار سنجے لیلا بھنسالی نے بہت ہی عمدہ فلمایا اور بہت اعلیٰ ٹچز دیئے۔

۱۹۷۵ء میں ناول "نائلہ" پر مبنی فلم تشکیل دی گئی اس ناول کی مصنفہ "رضیہ بٹ" تھیں اس فلم کے ہدایت کار شریف نیئر تھے۔ یہ ایک شاندار فلم تھی اور اس کے فلم ساز آغا جی تھے اس فلم کو اس سال ۸ نگار ایوارڈ ملے۔ ناول میں ہیروئن ایک مظلوم لڑکی کے روپ میں نظر آتی ہے فلم میں یہ رول شمیم آرا نے ادا کیا جس پر انہیں بہترین اداکارہ کا ایوارڈ ملا۔ یہ ایک نہایت خوبصورت رومانوی فلم تھی جس نے خاص طور پر عورتوں کو بہت متاثر کیا۔ فلم بننے کے بعد ناول کی شہرت میں مزید اضافہ ہوا۔

پاکستان میں بننے والی کامیاب فلموں کی فہرست بنائی جائے تو اس میں سرفہرست صاعقہ ہوگی ۱۹۶۸ء کو رضیہ بٹ کے مشہور ناول صاعقہ کو فلمی سکرین کی زینت بنایا گیا۔ جس سے اس ناول کو مزید شہرت ملی ناول کا مرکزی خیال ایک مظلوم لڑکی کے روپ میں جلوہ افروز ہوتا ہے۔ جس طرح قارئین کی ہمدردیاں ناول کی ہیروئن کے ساتھ نظر آتی ہیں اسی طرح شمیم آراء نے فلم بینوں کی ہمدردیاں بہترین اداکاری سے سمیٹیں۔ اس فلم میں بھی انہیں بہترین اداکارہ کا ایوارڈ ملا۔ اس کے علاوہ فلم کو بہترین فلم، بہترین مزاحیہ اداکار بہترین کہانی نگار، بہترین مکالمہ نگار، بہترین گلوکار، بہترین گیت نگار، بہترین موسیقار کے ایوارڈ بھی سمیٹے فلم باکس آفس پر بہت کامیاب رہی اس فلم کا گانا "اک ستم اور میری جاں ابھی جاں باقی ہے" بہت مشہور ہوا۔

اگلے ہی سال ۱۹۶۹ء کو فلم عندلیب ریلیز ہوئی۔ عندلیب ایک رومانوی کہانی پر مبنی ناول ہے اس کی مصنّفہ سلمیٰ کنول تھیں جبکہ فلم کیلئے مکالمے علی سفیان آفاقی نے لکھے۔ اس فلم کے ہدایت کار نوید احمد تھے۔ جنہوں نے لاجواب ٹچز دے کر ناول کو چار چاند لگا دیئے۔ یہ ایک ناقابل فراموش فلم ہے اس فلم کے گیت بھی رومان میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ جیسے "کچھ لوگ روٹھ کر بھی لگتے ہیں کتنے پیارے" اس فلم کو بہترین مکالمہ نگار، بہترین صدا بند، بہترین ہیرو اور ہیروئن کے ایوارڈ ملے۔ اس فلم کی خوبی، بیانیہ مکالموں کی بجائے ڈرامائی مکالمے ہیں۔ نوید نے بڑی مہارت کے ساتھ ناول کو فلمایا ہے۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

اسلامی تاریخ کے موضوع پر مبنی ناول "غرناطہ" پر اسی نام سے فلم "غرناطہ" بنائی گئی جس کی نمائش ۱۹۷۱ء میں ہوئی فلم غرناطہ کا سبجیکٹ بہت عمدہ تھا۔ مگر بد قسمتی سے فلم فلاپ ہو گئی۔ ریاض شاہد مشہور کہانی نویس نے کہانی لکھنے کے ساتھ ہدایات بھی خود ہی دیں تھیں۔ ریاض شاہد نے اس فلم کی کہانی میں مسلمانوں کو ان کی نشانی یاد دلائی تھی نسیم حجازی کے اس ناول پر بہت پیاری اور بہترین فلم بنائی گئی مگر فلم فلاپ ہونے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی فلم ناقدین اسٹار سسٹم کی مخالفت کو اس فلم کے فلاپ ہونے کی وجہ بتاتے ہیں کیونکہ اس فلم میں بڑے نام کم تھے صرف یوسف خان ایک بڑا نام تھا اس فلم کی ایک اور وجہ کمزور موسیقی تھی موسیقی فلم کا جزو لانیفک ہے۔

"بلاشبہ فلموں میں کامیابی کی ضمانت ہمیشہ موسیقی رہی ہے"(۱۲)

۱۹۷۱ء کو ہی ایک اور فلم وحشی پردہ سکرین پر ظاہر ہوئی۔ وحشی ایک بامقصد کہانی پر بنائی جانے والی عمدہ فلم تھی بچوں کو اغواء کرنا، انکو فروخت کرنا بردہ فروشوں کا کام ہوتا ہے۔ جو اس فلم کا مرکزی خیال تھا۔ اس فلم کے بعض سین دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ڈائریکٹر حسن طارق نے ناول کو بہت ہی عمدہ ڈھنگ سے فلمایا ہے۔ بردہ فروش کا کردار محمد علی نے ادا کیا جو خود اپنی ہی بچی کو اغواء کر لیتا ہے اور گمشدہ بچی کی ماں اس غم میں گھل گھل کر بیمار ہو جاتی ہے اس کی کہانی بڑی دردناک ہے۔ اس فلم کے مکالمے بڑے جاندار تھے موسیقی کمزور تھی فلم باکس آفس پر کامیاب رہی اور اس نے اچھا بزنس بھی کیا محمد علی کو اس فلم پر بہترین اداکار کا نگار فلم ایوارڈ بھی ملا۔

امراؤ جان ادا ناول اردو ادب میں کلاسیکل ادب کا درجہ رکھتا ہے اور اس ناول پر بننے والی فلموں نے بھی ناول کی طرح بے پناہ شہرت حاصل کی۔ انڈیا میں اس ناول کو دوبار فلمایا گیا جبکہ پاکستان میں اس ناول پر فلم ۱۹۷۳ء میں بنی۔ فنی کسوٹی کی تخلیق اس ناول کی خوبی ہے اور فلم کا بنیادی جذبہ طوائف کی معاشرے میں ایڈجسٹمنٹ ہے۔

"شروع سے آخر تک فلم امراؤ کی معاشرے میں حیثیت کرنے کے بارے میں تھی"(۱۳)

اس مرکزی کونفلیکٹ کو بڑی خوبصورتی سے فلمایا گیا اس فلم کی خوبیاں رانی کی اداکاری اور بہترین نغمے ہیں گانا "کاٹے نہ کٹے رے رتیا" آج بھی سحر طاری کرتا ہے۔ اس فلم کے نغمے گلی کوچوں میں گونجے، فلم عمدہ ٹریٹمنٹ کی وجہ سے لوگوں میں بے حد پسند کی گئی اور بزنس کے اعتبار سے بھی یہ ایک کامیاب فلم تھی۔ جس نے فلمساز کو دولت

کی بارش میں نہلا دیا۔ ان تمام باتوں کے باوجود اس فلم کو کسی ایک شعبہ میں بھی فلمی دنیا کا معتبر ترین نگار فلم ایوارڈ نہ مل سکا۔ بہر حال فلم بہت کامیاب رہی۔

راجندر سنگھ بیدی ایک نامور ادیب تھے انہوں نے ایک ناول "ایک چادر میلی سی" لکھا تھا اس ناول کی کہانی سکھ معاشرے پر مبنی ہے۔ اس ناول کو فلمساز وہدایت کارہ سنگیتا نے مٹھی بھر چاول کے نام سے بہت لاجواب فلمایا تھا۔ یہ ایک کلاسیکل فلم تھی فلم میں سنگیتا کی اداکاری بھی لاجواب ہے۔ اسی لئے انہیں بہترین ہدایت کارہ کے ایوارڈ کے ساتھ ساتھ بہترین اداکارہ کا نگار فلم ایوارڈ بھی ملا۔ بہترین فلم کے ایوارڈ کے علاوہ اداکارہ غلام محی الدین کو اسپیشل ایوارڈ بھی دیا گیا۔ راجندر سنگھ بیدی نے اس بات پر بڑی مسرت کا اظہار کیا تھا کہ ان کے ناول پر پاکستان میں ایک معیاری فلم بنائی گئی ہے۔ یہ فلم ۱۹۷۸ء کو ریلیز ہوئی۔ یہ ایک مکمل فلم تھی نیز باکس آفس پر بھی یہ بڑی کامیاب رہی تھی۔

عصمت چغتائی کا شمار برصغیر کے ممتاز افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے افسانہ نگاری کے علاوہ انہوں نے کچھ ناول بھی تخلیق کئے جن میں ضدی، سودائی اور ٹیڑھی لکیر خاص طور پر قابل ذکر ہیں ان کے ناول "سودائی" پر پاکستان میں فلم "ضمیر" بنی جسے ۱۹۷۸ میں نمائش کیلئے پیش کیا گیا ناول کا مرکزی خیال یہ تھا کہ کسی کو دیوتا نہیں بنانا چاہیے اور اگر کسی کو یہ درجہ دیا جائے تو یہ فیصلہ صادر نہ کریں کہ وہ دیوتا اپنی فطری خواہشات اور ضروریات کو بھی کچل ڈالے کیونکہ بہر حال وہ انسان ہے جو فطرت کے دائرے سے باہر نہیں نکل سکتا۔ اس فلم میں محمد علی نے بڑے بھیا کا کردار بڑی عمدگی سے ادا کیا تھا۔ اس فلم کا ایک گیت "ہم نہ ہوں گے تو ہمیں یاد کرے گی دنیا" بہت ہٹ ہوا فلم نے باکس آفس پر درمیانے درجے کا بزنس کیا۔

صنعت کی ترقی کیلئے حکومت نے ایک ادارہ نیف ڈیک بنایا تھا۔ اس ادارے نے ایک اردو فلم بنانے کا بیڑہ اٹھایا اس مقصد کیلئے نسیم حجازی کے ناول "خاک وخون" کا انتخاب کیا گیا۔ ۱۹۷۹ء میں ہدایت کار مسعود پرویز نے اس ناول کو فلمایا۔ فلم اچھی تھی مگر باکس آفس پر بری طرح ناکام ہوئی۔ پھر بھی اسے آٹھ نگار فلم پبلک ایوارڈ ملے جن میں بہترین فلم، بہترین کہانی نویس، بہترین مکالمہ نگار کے علاوہ پانچ اور ایوارڈ شامل ہیں خاک وخون نسیم حجازی کا مشہور ناول تھا جو تقسیمِ برصغیر پر لکھا گیا تھا ایک اہم سبجیکٹ پر فلم بننے کے باوجود باکس آفس پر بزنس بہت کم رہا۔

۱۹۸۳ء میں ایک فلم لو اسٹوری سینما گھروں میں نمائش کیلئے پیش کی گئی فلم لو اسٹوری ہدایت کار نذر الاسلام نے ایک انگریزی ناول پر بننے والی انگریزی فلم سمر آو ۴۲ کو دیکھ کر بنائی تھی اس کی کہانی بے حد رومانی تھی لوگوں نے اسے بار بار دیکھا کیونکہ اس کا سبجیکٹ بہت لاجواب تھا اس میں بے حد رومانس تھا ایک بڑی عمر کی عورت سے دولڑکوں کو محبت ہو جاتی ہے یہی بات فلم لو اسٹوری کا مرکزی خیال تھا یہ فلم نوجوان طبقے نے بہت پسند کی اس دور میں اس موضوع پر فلمیں نہیں بنتی تھیں مگر نذر الاسلام نے بڑی ہمت کی اور یہ موضوع فلمایا اس فلم میں ایک نئی چیز دیکھائی گئی تھی اس لئے فلم بین طبقے نے اسے بڑا سراہا۔

ادب کو جب بھی خلوص کے ساتھ پردہ سکرین کی زینت بنایا گیا تو تحریری اور تقریری دونوں سطحوں پر اسے پذیرائی ملی چابکدست ہدایات، پر مغز مکالمے، چست ایڈیٹنگ، جامع منظر نامے، مترنم موسیقی اور دلکش نغمات اچھی فلم کے محاسن ہیں جبکہ کہانی ناول سے حاصل کر لی جاتی ہے۔ دنیا میں ہر کہیں ناولوں سے فلمیں بنائی جارہی ہیں ہالیووڈ ہو یا بالی ووڈ سب جگہ ہر سال ناولوں کو فلمایا جاتا ہے اور اس کی سب سے بڑی وجہ ناول کا وسیع کینوس ہے جو فلم کو کئی امکانات دیتا ہے تخلیق کی سمتیں اور راہیں قطعی طور پر متعین نہیں کی جاسکتیں۔ کیوں کہ ایسی صورت میں وہ تخلیق نہیں رہے گی ناولوں میں فلموں کیلئے بڑا مواد موجود ہے بشرطیکہ اس مواد کو فلم کی شکل میں منتقل کرنے کی صلاحیت موجود ہو۔

حوالہ جات

۱. علی سفیان آفاقی، فلمی الف لیلہ (حصہ اول)، لاہور: حق پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء، ص ۲۰۱

۲. پریم پال اشک، ہندوستانی سینما کے پچاس سال، لاہور: بک ہوم، ۲۰۰۴ء، ص ۸۵

۳. انور جمال، پروفیسر، ادبی اصطلاحات، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۴ء، ص ۱۶۹

۴. Focal Nicholas T. Proferes, Film directing fundamentals, Burlington: press, 2013. P-36

۵. P-4, Retrieved April 20, Film Art and film making (Part one), 2013, 2022, from

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

https://www.yumpu.com/en/document/view/4980066/film-art-and-filmmaking

٦. کنور محمد دلشاد، ذرائع ابلاغ اور تحقیقی طریقے، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۹ء، ص ۳۵۱

۷. قدیر غوری، فلم میکنگ، لاہور: پلس کمیونی کیشنز ۱۹۹۸۱ء ص ۲۱

۸. پرویز انجم، فیض۔ فلم کے حوالے سے مشمولہ (نقاط ۴)، فیصل آباد: ادبی ادارہ نقاط، ۲۰۰۷، ص ۲۴۳

۹. انور خواجہ، ٹیلی ویژن سائنس یا ایک تخلیقی فن مشمولہ (جریدہ ٹیلی ویژن ڈرامہ نمبر)، پشاور، مکتبہ ارژنگ، ۱۹۹٦، ص ۱۱۰

۱۰. Matt, What does a director do, Filmmaking lifestyle, 2022, Retrieved from https://filmlifestyle.com/what-does-a-director-do/

۱۱. قدیر غوری، فلم میکنگ، ص ۳۸

۱۲. پریم پال اشک، ہندوستانی سینما کے پچاس سال، ص ۱۱۵

۱۳. ظفر اقبال غوری، معیاری فلم سازی، لائل پور (فیصل آباد): قرطاس، ۱۹۷۵، ص ۳۸۱